عبدالقہار پیرزادہ *

ہمارے موجودہ نظام تعلیم میں دینی علوم کی ضرورت

ہمارا مروجہ نظام تعلیم ہمیں انگریزوں سے ورثے میں ملا تھا اور فطری طور پر یہ انگریزوں کے مقاصد کے حصول کیلئے بنایا گیا تھا۔ تعلیم کا فروغ کسی ملک اور قوم میں ذہنی بیداری ' بالغ نظری اور فہم و شعور کی ترقی کا باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ فطری طور پر انگریزوں کو اس ملک میں بامقصد تعلیم کے فروغ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی بلکہ برطانوی قبضے سے پہلے ہندوستان میں جو صحت منداور ترقی پذیر نظام تعلیم تھا انگریزوں نے اسے بھی ختم کردیا جس کا مقصد یہ تھا کہ ایک تو ہندوستانیوں خصوصاً مسلمانوں کو ان کے مذہب ' روایات ' اور اقدار سے بے گانا کر کے انہیں ذہنی طور پر مفلوج کردیا جائے اور دوسری طرف نئی تعلیم کے ذریعہ کلرکوں کا ایک گروہ تیار کیا جائے جو ہندوستان میں برطانوی انتظامیہ کے کل پرزوں کے طور پر انگریزوں کے مقاصد کے لئے ان کی خدمت کر سکے۔ لارڈ میکالے نے اپنی معروف تعلیمی سفارشات میں واضح طور پر کہا کہ ہمارا مقصد ایسے تعلیم یافتہ افراد پیدا کرنا ہے جو اپنی نسل اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں مگر ذہن اور فکر کے اعتبار سے انگریز ہوں۔ بقول علامہ اقبال :- اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم   ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

یہ ہماری بدقسمتی تھی کہ انگریز اس سازش میں کامیاب ہوا اور انگریزی تعلیم کے برے اثرات اپنا رنگ دکھانے لگے اور تعلیم بدل جانے سے دل بھی بدل گئے۔ مسلمان زعماً پر جلد ہی جدید تعلیم کی حقیقت کھل گئی۔ مولانا شبلیؒ نے انگریزی درس گاہوں کے بارے میں لکھا :

"معلوم ہوا انگریزی خواہ قوم نہایت مہمل فرقہ ہے۔ مذہب کو جانے دو ' خیالات کی وسعت ' سچی آزادی ' بلند ہمتی اور ترقی کا جوش برائے نام نہیں۔ یہاں ان چیزوں کا ذکر نہیں آتا۔ بس خالی کوٹ پتلون کی نمائش گاہ ہے" جدید تعلیم کی اولین درسگاہ علی گڑھ تھی اور اس کے بانی اور انگریزی تعلیم کے سب سے بڑے علمبردار اور حامی سر سید احمد خان نے خود آخری عمر میں جدید تعلیم سے اپنی مایوسی اور بیزاری کا اعلان ان الفاظ میں کیا،

"تعجب ہے کہ جو تعلیم پاتے جاتے ہیں اور جن سے قومی بھلائی کی امید تھی ' مادہ پرست اور بدترین قوم

* متعلم دارالعلوم حقانیہ ' B.A (Honrs) شیخ زید اسلامک سنٹر ' ایم اے یونیورسٹی آف پشاور

ہوتے جاتے تھے"۔

یہی تعلیم تھی جس کے زور سے انگریزوں نے ہمارے ذہنوں کو ایسا مفلوج کر دیا کہ ہم برس ہا برس تک ان کی غلامی کے چنگل میں پھنسے رہے۔ ہمیں آزادی ملی مگر مغرب کی غلامی سے ابھی تک نجات نہیں پا سکے ہیں۔

پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا مگر بد قسمتی سے آزادی کے بعد بھی ہماری مقلدانہ ذہنیت میں کوئی تبدیلی نہ آئی اور نہ اسلامی مقاصد کا تعین کیا گیا اور نہ ہی اس کی بنیادوں میں تبدیلی کا کسی کو خیال آیا۔ کئی بار تعلیمی کمیشن قائم ہوئے۔ تعلیمی سفارشات مرتب ہوئیں، نصابات میں تبدیلیاں کی گئیں مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔ البتہ یہ تبدیلی ضرور ہوئی کہ "اسلامیات" کو بطور ایک مضمون پڑھایا جانے لگا ہے مگر ایک ایسے نظام تعلیم میں جس کی بنیاد فرنگیوں نے رکھی اور جس کے مقاصد سراسر حاکمانہ اور استبدادی تھے۔ اسلامیات یا مذہب کی تعلیم ٹاٹ کے لباس میں مخمل کے پیوند کے مترادف ہے۔ اکبر الہ آبادی کے بقول ؎

نئی تعلیم میں بھی مذہبی تعلیم شامل ہے
مگر یوں ہے کہ گویا آب زمزم میں ئے داخل ہے

اس برائے نام مذہبی یا اسلامیات کی تعلیم سے کوئی خاطر خواہ اور مثبت نتیجہ نہیں نکل سکا۔ پاکستان کی موجودہ ابتر صورتحال اس کا واضح ثبوت ہے۔ مشرقی پاکستان ہم سے کیوں الگ ہوا؟ اس لیے کہ ہمارے نظام تعلیم میں ایک اسلامی ملک کے اساسی تقاضوں کو پورا کرنے کا کوئی اہتمام موجود نہیں تھا۔ ایک نظریاتی قوم کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ہمارا نظام تعلیم بانجھ ثابت ہوا ہے یہ نہ تو ہماری نظریاتی اسلامی اور دینی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے اور نہ مادی اور دنیاوی اعتبار سے ہمارے لیے کچھ زیادہ فائدہ مند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی ہر طرف اعلیٰ تعلیم یافتہ بے روزگاروں کی کثرت نظر آتی ہے۔

موجودہ ملکی صورتحال نظام تعلیم میں دنیاوی علوم کی ضرورت کا تقاضا کرتی ہے۔ تاکہ ہمارے ملک میں سارے مسلمان اس نظام سے مستفید ہو سکیں۔ تعلیمی نظام میں دینی علوم کے لیے چند اہم مسائل ہیں :

۱۔ ہمارے نظام تعلیم کا طریقہ کار بالکل بے مقصد ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تعلیمی نظام کو اسلام کی اساس پر استوار کیا جائے۔ قرآن و حدیث اور دین کی لازمی تعلیم کے ساتھ دیگر علوم و فنون کو بھی اسلامی نقطہ نظر کے مطابق ترتیب دے کر پڑھایا جائے تاکہ طالب علم صرف پڑھنا لکھنا ہی نہ سیکھے بلکہ کردار کے اعتبار سے مثالی مسلمان کا نمونہ پیش کر سکے۔

۲۔ خواتین کا مسئلہ تعلیم نہایت اہم ہے ابھی تک اس پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔ ان کے لیے الگ خواتین یونیورسٹیاں قائم کر کے مخلوط تعلیم کا خاتمہ ضروری ہے ان کی تعلیم اور ان کی فطری اور گھریلو ضروریات

کے مطابق ہونا چاہیئے۔

۳۔ ہمارے ملک میں تعلیم کے دو الگ متوازن نظام چل رہے ہیں۔ایک عام تعلیم دوسری انگریزی طرز کی اور پبلک سکولوں کی تعلیم موخر الذکر کے ادارے اپنے مزاج ماحول، انداز تربیت، نصابات تعلیم، طرز تدریس وغیرہ کے اعتبار سے سراسر اجنبی اور غیر ملکی ہیں۔ اور بہت سے ادارے برطانوی اور امریکی یونیورسٹیوں سے منسلک ہیں۔وہ ملی تقاضوں کو پورا نہیں کرتے۔ ہمیں اپنے تعلیمی نظام میں ہم آہنگی پیدا کرنی چاہیئے۔

۴۔ ہمارے ملک میں جو بیوروکریسی کا نظام ہے اس کو اسلامی سانچے کے مطابق ڈالنا ضروری ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ C.S.S (Central Superior Services)اور P.C.S Provincial Superior Servicesامتحانات ہوتے ہیں انہیں مکمل طور پر قرآن وحدیث دینی اصولوں اور ایک اسلامی ضابطے کے تحت ہونا چاہیئے اور پھر ان پاس افراد (امیدواروں) کو جو چھ مہینہ کی ٹرننگ دی جاتی ہے اس کو سختی سے ایک اسلامی اصولوں کے مطابق لانا چاہیئے۔ تاکہ ہمارے ملک کی بیوروکریسی پرہیزگار، تقویٰ دار، خدمت خلق اور خدمت دین سے مستفید ہو۔

۵۔ انگریزی زبان کو لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھایا جاتا ہے اور بہت سے مضامین خصوصاً سائنس کے مضامین کی تدریس بھی انگریزی میں ہوتی ہے۔ انگریزی کی یہ بالادستی سراسر غلامانہ ذہنیت کی عکاسی کرتی ہے۔ چین اور جاپان جیسی قوموں نے اپنی زبانوں میں سائنس کی تعلیم حاصل کرکے بے مثال ترقی کی۔ مگر ہم اپنی ذہنی مرعوبیت کی وجہ سے ابھی تک انگریزی سے چھٹکارا نہیں پاسکے۔پاکستان کے اعلیٰ سطح کے امتحانات سے انگریزی کو بطور لازمی مضمون سے ختم کرادیا جائے۔

۶۔ ہماری یونیورسٹیوں میں اسلامک فیکلٹیز کے اساتذہ کرام اور پروفیسرز صاحبان کو جو پی ایچ ڈی کے لیے یورپ وغیرہ بھیجا جاتا ہے اس کے لیے ایسا اہتمام کیا جائے کہ یہ اساتذہ اور پروفیسرز صاحبان اسلامک یونیورسٹیوں اور جامعات عربیہ میں بھیجے جائیں۔ تاکہ وہ اسلامی ریسرچ سے بھی مستفید ہوسکیں نہ کہ صرف کیمبرج، آکسفورڈ اور دیگر مغربی یونیورسٹیوں کو بھیجا جائے۔

۷۔ حکومت وقت ہمارے دینی مدارس کو محفوظ قلعے بنانے کے لئے خود ہمارے علماء، مشائخ کرام سے تعاون کرے کیونکہ یہ دینی مدارس ہمارے ملک کی ایک اہم ضرورت بن چکے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں یہی دینی مدارس رہ گئے ہیں۔ جن میں نبی کریم ﷺ کی حقیقی تعلیمات پر سختی سے عمل درآمد ہورہا ہے۔

خدا کرے کہ ہم اپنے نظام تعلیم میں ایسی تبدیلیاں پیدا کرسکیں کہ ہمیں حقیقی آزادی حاصل ہو اور ہمارے سارے نوجوان دینی علوم کی وجہ سے ایک اچھے باعمل مسلمان بن کر صحیح معاشرے کی تکمیل کرسکیں۔